نظامِ خلافت ہی کیوں؟

نظامِ خلافت اس لیے کہ:

۱۔نظامِ خلافت قائم کئے بغیر مقصدِ تخلیقِ آدم پورا نہیں ہوتا

قانون کی نوعیت فیصلہ کن امر ہے کہ قائم ہونے والی حکومت' اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے یا طاغوت کی۔اگر نظامِ زندگی فردِ واحد کے تیار کردہ قانون پر مبنی ہو تو مروجہ اصطلاح میں اسے آمریت کہتے ہیں۔اگر کسی طبقے یا جماعت کے تیار کردہ قانون پر مبنی ہو تو اسے اشتراکیت کا نام دیا جاتا ہے اور اگر عوام یعنی جمہور کے تیار کردہ قانون پر مبنی ہو تو اسے جمہوریت کہتے ہیں۔یہ تمام طاغوتی نظام ہیں اس لئے کہ وہ بندوں کی خواہشات پر مبنی نظام ہیں اور ضروری نہیں کہ بندوں کی خواہشات وہی ہوں جو اللہ تعالیٰ کی۔ان طاغوتی نظاموں کے برعکس اگر نظام اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قانون پر مبنی ہو تو اسلام کی اصطلاح میں یہی ''خلافت'' ہے۔پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے لیکن کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کی حکومت کو اس لئے ''خلافت'' کا نام دیا گیا ہے کہ یہ ہوتی تو باقی کائنات کی طرح اللہ تعالیٰ کے قانون ہی کی حکومت لیکن اللہ ہی کے فیصلے کے مطابق یہ قائم انسانوں کے ذریعے سے ہوتی ہے۔انسانوں کے پاس اللہ پاک کے ہی عطا کردہ صوابدیدی اختیارات (Discretional Powers) ہونے کی بنا پر البتہ یہ منحصر انسانوں پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین نافذ کر کے خلافت قائم کرتے ہیں یا خود ساختہ قوانین نافذ کر کے جمہوریت واشتراکیت جیسے باغیانہ نظام قائم کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔آج کی دنیا میں نظامِ خلافت کہیں قائم نہیں' مسلم دنیا ہو کہ غیر مسلم ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو پسِ پشت ڈال کر انسان ساختہ قوانین کی حکومتیں قائم ہیں۔زمین پر حقِ حکمرانی صرف اس خلیفۃ المسلمین کو حاصل ہے بیعت لیتے وقت جس کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔دنیا میں اس وقت کوئی 200 حکمران موجود ہیں جنھوں نے اصل میں خلیفۃ المسلمین کے حقِ حکمرانی کو چھینا ہوا ہے۔بتانا یہ کس نے تھا؟ ظاہر ہے علماءِ کرام نے۔

۲۔اسوۂ رسول ﷺ قیامِ خلافت ہے

رسول اللہ ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو جزیرۂ عرب میں دورِ جہالت تھا اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو وہاں پر دورِ خلافت تھا۔دورِ نبوت کے ایک طرف دورِ جہالت تو دوسری طرف دورِ خلافت' دورِ نبوت میں جو کام کیا گیا' ظاہر ہے اس کا ہدف یہی تھا کہ دورِ جہالت کو دورِ خلافت میں بدل دیا۔آج ہمارے ہاں نظامِ خلافت کا نہ ہونا اسوۂ رسول ﷺ کی نفی ہے۔آج ہمیں دینِ حق کی وہ برکات حاصل نہیں ہو رہیں جو دورِ خلافتِ راشدہ کے مسلمانوں کو حاصل تھیں تو اس لئے کہ انسانیت پھر دورِ جہالت میں ہے۔فطری امر ہے دورِ خلافت نہ ہو تو دورِ جہالت کا ہونا لازمی ہے۔اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی اسی میں ہے کہ دورِ جہالت کو پھر دورِ خلافت میں بدل دیا جائے۔حرا و ثور کی ریاضتیں' نماز و روزہ کی عبادتیں' بدر و حنین کی کاوشیں اور حبشہ و مدینہ کی ہجرتیں سب ذرائع تھے' منزل تھی تو قیامِ خلافت۔یہ بتانا کس کا فرضِ منصبی ہے؟ ظاہر ہے ورثاءِ انبیاءؑ کا۔

۳۔نفاذِ خلافت کا نہ ہونا نفاذِ شریعت کا نہ ہونا ہے

قرآن و سنت کے احکامات اگر قرآنِ مجید اور کتبِ احادیث میں لکھے رہ جائیں تو محض ایک نظریہ یا تھیوری قرار پاتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ انہیں اسلامی نظریے سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔یہی احکامات البتہ جب کسی خطۂ زمین میں نافذ کر دیے جائیں تو یہی خلافت ہے۔بالفاظِ دیگر نفاذِ شریعت کا دوسرا نام نظامِ خلافت ہے۔اسلامی نظریے کا نظامِ خلافت کے ساتھ وہی تعلق ہے جیسا ایمان کا اعمالِ صالحہ کے ساتھ۔قرآن و سنت ایمان اور اعمالِ صالحہ کو لازم و ملزوم قرار دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان ناقابلِ قبول ہے جس کے ساتھ اعمالِ صالحہ نہ ہوں۔اسی طرح اعمالِ صالحہ' اعمالِ صالحہ قرار ہی نہیں پاتے اگر ایمان کے بغیر ہوں۔خلافت اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی قرآن و سنت پر مبنی ہو۔نیز انفرادی زندگی خواہ کتنی ہی صالح ہو نظامِ خلافت کے بغیر محض مجبوریوں کا گورکھ دھندا بن کر رہ جاتی ہے۔یعنی اجتماعی نظام میں اگر سود ہو' فحاشی و بے حیائی ہو' رشوت و بدعنوانی ہو' اغیار سے دب کر رہنا وغیرہ ہو تو لاکھ کوشش کرے مسلمان پورے کا پورا اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔شریعت کا کلی نفاذ صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ نظامِ خلافت کا دور دورہ ہو۔نظامِ خلافت کے بغیر محض نماز روزے وغیرہ کا اہتمام کر کے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اسلامی زندگی گزار رہا ہے تو زیرِ آسماں اس سے بڑی بھول بلکہ بڑی گمراہی اور کوئی نہیں۔بتانا یہ کس نے تھا؟ ظاہر ہے علماءِ کرام نے۔

۴۔نظامِ خلافت کے بغیر رہنے والے مسلمان، مومن تو کیا کافر، ظالم اور فاسق قرار پاتے ہیں

مومن ہونے کے لئے ایک بڑی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے فیصلے وہ رسول ﷺ کے لائے ہوئے قانون یعنی قرآن وسنت کے مطابق کریں۔قرآنِ مجید میں آیا:

''نہیں، اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کرلیں'' (نساء:65)۔

ہمارے ہاں نظامِ خلافت ہوتا تو لازماً صورتِ حال وہی ہوتی کہ جس کا اس آیتِ مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے۔عدم نظامِ خلافت کی وجہ سے صورتِ حال بالکل برعکس ہوگئی ہے۔صرف یہی نہیں کہ ہماری عدالتوں میں زیادہ تر فیصلے قرآن وسنت کو پسِ پشت ڈال کر ان قوانین کے مطابق ہوتے ہیں کہ جو انگریز جاتے ہوئے ہمارے لئے پیچھے چھوڑ گیا تھا بلکہ ہم نے پاکستان میں اور اسی طرح دوسرے اسلامی ممالک میں ایسے خودساختہ آئین اختیار کررکھے ہیں جو قرآن وسنت کی ضد ہیں۔مومن تو کیا، قرآن وسنت سے منہ موڑ کر ہم آج کے مسلمان کافر، ظالم اور فاسق قرار پاتے ہیں۔ملاحظہ ہو قرآن:

۱۔''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں'' (مائدہ:44)

۲۔''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں'' (مائدہ:45)

۳۔''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں'' (مائدہ:47)

ہمارے بحیثیت مجموعی مومن نہ ہونے کا ثبوت بھی ہمارے سامنے ہے۔مومن ہوتے تو دنیا میں غالب بھی ہم مسلمان ہوتے۔آج مغلوب ہیں تو اس لئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی طے کردہ مومن ہونے کی شرط کو پورا نہیں کیا۔ملاحظہ ہو قرآن:

''دل شکستہ نہ کرو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہوئے'' (آلِ عمران:139)

یہ بتانا کس کا فرضِ منصبی تھا؟ ظاہر ہے ورثاءِ انبیاءؑ کا۔

۵۔نظامِ خلافت کے بغیر قیامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی کماحقہ ادائیگی ناممکن

قرآنِ کریم میں آیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔اور تمام معاملات کا انجامِ کار اللہ کے ہاتھ میں ہے'' (حج:41)۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صریحاً مشروط کردیا ادائیگی نماز وزکوٰۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اقتدار کے ساتھ اور پھر اقتدار کو مشروط کردیا ایک اور جگہ پر قیامِ خلافت کے ساتھ۔(نور:55)

یادرہے اسلام کا مطالبہ نماز پڑھنے کا نہیں، نماز قائم کرنے کا ہے۔قیامِ صلوٰۃ کیلئے ایک شرط، جیسے کہ خلافتِ راشدہ میں پوری کی گئی، خلیفۂ وقت کا دارالخلافہ کی مرکزی مسجد گورنر کا صوبے کی مرکزی مسجد اور اس طرح ہر انتظامی یونٹ کی مرکزی مسجد میں وہاں کے اعلیٰ ترین عہدے دار کا امامت وخلافت کے فرائض ادا کرنا ہے۔اسلام سائلوں کو حکمرانوں کے دروازے کھٹکھٹانے کی زحمت نہیں دیتا، حکمرانوں کو کم ازکم پانچ دفعہ عوام میں لاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں قیامِ صلوٰۃ کا فرض تبھی پورا ہوتا ہے کہ نظامِ خلافت کا دور دورہ ہو اور خلیفۃ المسلمین کا وجود ہو۔نظامِ زکوٰۃ کیلئے بھی نظامِ بیت المال کا ہونا ضروری ہے اور نظامِ بیت المال تبھی موجود ہوسکتا ہے کہ نظامِ خلافت موجود ہو۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی، جیسے کے ''امر'' اور ''نہی'' کے الفاظ سے ظاہر ہے، کماحقہ تبھی ادا ہوسکتا ہے کہ امتِ مسلمہ دنیا میں بطور غالب قوت موجود ہو لیکن نظامِ خلافت کے بغیر جیسے کہ اوپر ذکر ہوا مسلمانوں کے غلبے کا کوئی سوال نہیں۔علماءِ کرام ہی نے تو یہ بتانا تھا۔

۶۔نظامِ خلافت کے بغیر نہ غلبۂ دینِ حق، نہ امن، نہ عبادت، نہ شرک سے بچاؤ

قرآنِ مجید میں آیا:

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلافت سے نوازے گا جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں کو نواز چکا ہے۔ ان کے لئے اس دین کو غالب کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا' بس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں'' (نور: 55)۔

اس آیۂ کریمہ میں جسے نام ہی ''آیۂ استخلاف'' کا دیا گیا ہے نظامِ معاملات کی ترتیب یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلے خلافت' پھر غلبۂ دین' پھر امن' پھر عبادت اور آخر میں شرک سے بچاؤ۔ جس طرح نماز کیلئے پہلے وضو کا ہونا ضروری ہے اسی طرح مسلمانوں کے دنیا میں بطور قوت غالب ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے ہاں نظامِ خلافت ہو۔ پھر وہ صورتِ حال کہ مسلمانوں کے ہاں امن کا دور دورہ ہو تبھی معرضِ وجود میں آسکتی ہے کہ دنیا میں ان کے پائے کی کوئی دوسری طاقت نہ ہو یعنی غلبہ انہی کا ہو۔ غلبۂ دین ہوگا تو وہ صورتِ حال ہوگی کہ مسلمانوں کے قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے میں کوئی طاغوت حائل نہیں ہوسکے گا یا دوسرے لفظوں میں مسلمان اپنے رب کے احکامات یا اس کی عبادت کا حق کماحقہ ادا کرسکیں گے۔ بغیر کسی طاغوت کی مخالفت ومزاحمت کے عبادت کا حق ادا ہوگا تو ظاہر ہے شرک کا پھر کیا سوال۔ روزِ روشن کی طرح عیاں کہ نظامِ خلافت نہ ہو تو نہ غلبۂ دینِ حق' نہ صورتِ امن' نہ بغیر شرک اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ یہ بتانا کس کا فرضِ منصبی ہے؟ ظاہر ہے ورثاءِ انبیاءؑ کا۔

۷۔ نظامِ خلافت کے بغیر نظامِ اطاعت درہم برہم

قرآنی دستورِ حیات کی اولیں شق یوں ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو صاحبِ امر ہوں' پھر تمہارے درمیان اگر کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ ورسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی بہتر ہے'' (نساء: 59)۔

اس آیۂ کریمہ میں جسے مفسرین نے آیتِ اولوالامر کا نام دیا ہے' اسلام کے نظامِ اطاعت کو بیان کیا گیا ہے۔ اطاعت کے اس نظام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو ظاہر ہے مقصود بذات ہے۔ اسلامی طرزِ زندگی میں اصل مطاع اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری اطاعتیں صرف اسی صورت میں قابلِ قبول ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مدمقابل نہ ہوں۔ ہر اس حلقۂ اطاعت کا انکار لازمی ہے جو اس اصلی اور بنیادی اطاعت کی حریف ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ چونکہ رسول ﷺ کی اطاعت ہے اس لئے اللہ پاک کو کوئی ایسی اطاعت قابلِ قبول نہیں جو رسول ﷺ کی اطاعت کے ذریعہ سے نہ ہو۔ قرآنِ مجید میں آیا:

''اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ ''اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے''۔ ان سے کہو' اطاعت کرو اللہ اور رسولؐ کی''۔ اگر وہ اس سے منہ موڑیں تو اللہ تعالیٰ ایسے نافرماؤں سے محبت کرنیوالا نہیں'' (آلِ عمران: 31-32)۔

پھر وقت کے کسی بھی موڑ پر چونکہ نظام کو چلانا تو وقت کے صاحبِ امر لوگوں (اولوالامر) نے ہوتا ہے لہٰذا اولوالامر کی اطاعت کو' مشروط سہی' لازم قرار دیا گیا ہے۔ اولوالامر میں ہوتے تو گورنر' وزراء' ارکانِ شوریٰ' ارکانِ عدلیہ' اداروں کے سربراہان وغیرہ سب ہیں لیکن وہ شرعی اولوالامر قرار پاتے ہیں تو اس وقت کہ جب خلیفۂ وقت کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہو یا دوسرے لفظوں میں نظامِ خلافت موجود ہو۔ شومئی قسمت ہمارے ہاں صدیوں سے خلیفہ وخلافت کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کا بیان کردہ نظامِ اطاعت درہم برہم ہے۔ جب وہ ادارہ جس نے کتاب وسنت کا قانون نافذ کرنا ہے' خود موجود نہیں تو اسلامی نظام ہمارے ہاں آٹپکے تو کیسے؟ بتانا یہ کس نے تھا؟ ظاہر ہے ورثاءِ انبیاءؑ نے۔

۸۔ نظامِ خلافت کے بغیر اتحادِ مسلم ناممکن

نظامِ خلافت' اتحاد اور اتحاد کے ذریعہ طاقت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ ظاہر ہے پوری اسلامی دنیا کے ذرائع ووسائل کا اس خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ میں مجتمع ہونا کہ جس کی اطاعت اللہ ورسولؐ کی اطاعت کے بعد اور تحت لازمی' اتحاد کی اس سے اعلیٰ ترین صورت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی عطا کہ نظامِ خلافت کی شکل میں جو نظامِ زندگی انہیں دیا گیا وہ ہے ہی فطری اتحاد کی اعلیٰ ترین صورت۔ نظامِ خلافت کے بغیر دوسرا کوئی ایسا بندوبست وطریقِ کار (Mechanism) نہیں کہ جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرسکے۔ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل احکامات پر صرف ایک ہی شکل میں کماحقہ عمل ہوسکتا ہے کہ دنیا میں نظامِ خلافت موجود ہو!

ا۔ ''(اے لوگو جو ایمان لائے ہو) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ میں نہ پڑو'' (آلِ عمران: 103)۔

۲۔ ''جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر تم (اے مسلمانو) ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا'' (انفال: 73) (بحروبر میں آج یہ فتنہ وبڑا

فساد پیدا ہو چکا ہے)۔

۳۔''مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو (ایسا کرو گے تو) اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے'' (توبہ: 36)۔ بتانا یہ کس نے تھا؟ ظاہر ہے علماءِ کرام نے۔

۹۔نظامِ خلافت نہ ہو تو اجتہاد کے دروازے بند

دورِ نبوت یا دورِ نزولِ وحی کا اختتام ہوا ہی تو اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے ذیلی قوانین سازی کا ایک متبادل نظام عطا فرما دیا۔ قانون سازی تو ظاہر ہے صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے' ان الحکم الا اللہ' البتہ قیامت تک پیدا ہونے والی کسی بھی نئی صورتِ حال کے لئے ذیلی قانون سازی' جسے اجتہاد کا نام دیا گیا کی اجازت دی گئی۔ قرآنِ مجید کی شکل میں اصولی' حتمی اور آخری قانون کی تنزیل کا اختتام کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے شرفِ قبولیت بخشا ہے......'' (مائدہ:3)۔

قانون کی تنزیل کے اختتام کا یوں اعلان کرنے سے پہلے ہی ایک وقت پر ذیلی اور وقتی قانون سازی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ''امرھم شوریٰ بینھم'' یعنی شوریٰ کے ادارے کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کا حکم دیا۔ شوریٰ (اسلامی پارلیمنٹ) کا اسلام میں صرف ایک ہی کام ہے کہ وہ ہر نئی پیدا ہونے والی صورتِ حال یعنی ایسی صورتِ حال کہ جس کے متعلق قرآن وسنت میں کوئی نص نہ ملے قرآن وسنت کی روشنی میں ذیلی قانون سازی کر کے خلیفۂ وقت کو مشورہ دے۔ مثال کے طور پر اصولی قانون تو قرآن میں بیان کر دیا گیا کہ اولوالامر مسلمانوں میں سے ہی ہوں لیکن وقت کے کسی بھی موڑ پر انتظامی مصلحتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہ کتنے گورنر ہوں شوریٰ کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا۔ یہی ذیلی قانون سازی اجتہاد ہے۔ بالفاظِ دیگر ارکانِ شوریٰ مجتہدین کی وہ خصوصی جماعت ہے کہ جس کا ایک طرف قرآن وسنت پر اور دوسری طرف حالاتِ حاضرہ پر پورا عبور ہونا ضروری ہے۔ شوریٰ نے چونکہ خلیفۂ وقت کو مشورہ دینا ہوتا ہے بلکہ خلیفۂ وقت شوریٰ کا ہی حصہ ہوتا ہے' اس لئے شوریٰ کا ادارہ معرضِ وجود میں اس وقت تک آ ہی نہیں سکتا جب تک کہ خلیفۃ المسلمین یا بالفاظِ دیگر نظامِ خلافت موجود نہ ہو۔ ہمارے ہاں صدیوں سے اجتہاد کے دروازے بند ہیں اس لئے کہ نظامِ خلافت نہ ہونے کی بنا پر خود شوریٰ کا وجود ناپید ہے۔ بتانا یہ کس کا فرضِ منصبی ہے؟ ظاہر ہے ورثاءِ انبیاءؑ کا۔

۱۰۔نظامِ خلافت کے بغیر جہاد بالسیف ناممکن

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''امام ڈھال ہے جس کے پیچھے لڑتے ہیں مسلمان اور بچتے ہیں مسائل ومشکلات سے......'' (مسلم۔ کتاب الامارت)

بنا بریں دورِ خلافتِ راشدہ میں کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلمانوں نے خلیفۃ المسلمین کی اجازت وایماء کے بغیر جہاد بالسیف کیا ہو۔ ''ڈھال'' کا لفظ اس وقت استعمال کیا گیا کہ جب مجاہد کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی تھی تو دوسرے میں ڈھال۔ جب بھی اس پر تلواروں کی بارش ہوتی تو ڈھال اس کے دفاع کا کام کرتی۔ خلیفۃ المسلمین کے وجود کو نبی کائنات ﷺ نے ڈھال قرار دیا تو اس لئے کہ نہ صرف جہاد بالسیف صرف اسی کے ایماء واجازت سے ہو بلکہ اس لئے بھی کہ ایسا جہاد ریاست سے ریاست کی سطح پر ہو نہ کہ بکھرے اوراق کی طرح اَن گنت جتھوں اور لشکروں کی شکل میں۔ خلیفۃ المسلمین کی کمی اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک سے انحراف کی شدت کو حال ہی میں اس وقت محسوس کیا گیا جب افغانستان میں روس کو شکست فاش تو ہو گئی لیکن بعد میں جہادی گروہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے حتیٰ کہ ایک دوسری سپر پاور نے انہیں آ دبوچا۔ صرف ایک دو سپر پاورز کی یلغار تو کیا دنیا بھر کے کفار ومشرکین آج امتِ مسلمہ پر ٹوٹ پڑے ہیں تو یہ جانتے ہوئے کہ مسلمانوں کے پاس خلیفۃ المسلمین بطور ڈھال موجود نہیں۔ کسی گھر کا سربراہ چل بسے تو نزدیک و دور کے رشتہ دار اور پڑوسی جو کبھی سربراہ کی موجودگی میں اس کے خانہ اور اہلِ خانہ سے بڑی محبت کا دم بھرتے تھے نہ صرف آنکھیں پھیر لیتے ہیں بلکہ کوئی ان پسماندگان کی گائے کو لے اڑتا ہے' کوئی ان کے پلاٹ پر قبضہ کرنے کے درپے ہو جاتا ہے تو کوئی ان کو مکان ہی سے محروم کرنے میں لگ جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے اس لئے کہ ہر غاصب جانتا ہوتا ہے کہ ایسے گھر والے اپنی ڈھال سے تہی دست ہیں۔ آج دنیا بھر کے کفار ومشرکین اسلامی دنیا میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں تو اسی لئے کہ جانتے ہیں کہ امتِ مسلمہ اپنی ڈھال یعنی خلیفۃ المسلمین کے وجود سے محروم ہیں۔ بتانا یہ کس نے تھا؟ ظاہر ہے علماءِ کرام نے۔

نظامِ خلافت کے یہ چند موٹے موٹے جواز پیش کئے گئے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ نظامِ خلافت کے بغیر دین نہ اسلام' عزت نہ آبرو' نجات نہ مغفرت۔ ہم اتنے بودے ہو گئے

کہ یہ تک نہیں سمجھ رہے کہ رسول اللہ ﷺ جو دینِ حق امت کے سپرد کر کے گئے تھے اس میں خلیفۃ المسلمین کا وجود تھا' اولوالامر تھے' شوریٰ تھے جب کہ آج ہمارے اختیار کردہ دین میں ان بنیادی دینی اجزاء میں سے کوئی بھی نہیں۔ بطور ورثاءِ انبیاءؑ ان حقائق سے امتِ مسلمہ کو آگاہ رکھنا علماءِ کرام کا فرضِ منصبی تھا لیکن وہ خود بھٹک گئے تو اس حد تک کہ منبر و محراب یوں جیسے اقامتِ دین کے کام سے لاتعلق ہو گئے۔ مسلمان آج کی دنیا میں ذلت و رسوائی اور زوال و پستی سے دوچار ہیں تو اسی وجہ سے لیکن علماءِ کرام کی بلا کو' بھول گئے یہ محترم بھائی کہ مالکِ کون و مکان کی گرفت بڑی شدید ہے۔

مزید برآں

منبر و محراب سے اکثر تعبیر و تفسیر کی جانے والی وہ آیۂ کریمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ "درحقیقت تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے......" اسوۂ رسول ﷺ سے ادھر ادھر ہونا انسانی خواہشات کی پیروی اور انتہائی خسارے کا سودا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام کا زوردار مؤقف ہوتا ہے کہ کسی بھی عمل کو اسی طرح کیا جائے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ رفع یدین' آمین بالجہر وغیرہ پر لمبی چوڑی بحثیں اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ البتہ ان فروعی مسائل نے ہمیں اس قدر الجھا رکھا ہے کہ ہم یہ تک ادراک نہیں کر پائے کہ جس دین کو اسلام سمجھ کر ہم آج اختیار کئے ہوئے ہیں یہ وہ اسلام ہی نہیں جو رسول اللہ ﷺ امت کے سپرد کر گئے تھے۔ سپرد کئے جانے والے دین میں خلیفۃ المسلمین کا وجود تھا' آج ہمارے اختیار کردہ دین میں نہیں۔ اور اس وقت سے نہیں جب سے خلافتِ راشدہ کی جگہ ملوکیت نے ڈیرے آجمائے۔ اسی طرح سپرد کردہ دین میں اولوالامر کا وجود تھا' آج ہمارے اختیار کردہ دین میں نہیں اس لئے کہ شرعی اولوالامر میں خلیفۂ وقت کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن آج خلیفہ خود نہیں۔ سپرد کردہ دین میں شوریٰ کا وجود تھا' ہمارے اختیار کردہ دین میں نہیں اس لئے کہ جس خلیفۃ المسلمین کو ارکانِ شوریٰ نے مشورہ دینا ہوتا ہے وہ خود کہیں نہیں۔ زیرِ آسماں تو آج امتِ مسلمہ تک کا وجود بھی نہیں۔ مرکزیت خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے ہی تو تھی۔ جب خلیفۃ المسلمین نہ رہا' امت' مسلم اقوام کا روپ دھار گئی جو اکثر و بیشتر باہم متصادم رہتی ہیں۔ جسدِ واحد کی مانند کا ادارہ آج دنیا میں کہیں نہیں۔ دینِ اسلام میں خلیفۃ المسلمین' اولوالامر' شوریٰ اور امتِ مسلمہ کی حیثیت و اہمیت ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں دل' دماغ' معدہ اور جگر کی۔ انسانی جسم کے ان چار اعضائے رئیسہ میں سے کوئی ایک بھی جواب دے جائے تو موت لازمی ہے۔ اسی طرح دین سے خلیفۃ المسلمین' اولوالامر' شوریٰ اور امتِ مسلمہ میں سے کوئی ایک جزو نکال دیا جائے تو دین' دینِ حق رہتا ہی نہیں۔ شومئی قسمت ایک جزو کی کیا بات جس دین کو آج ہم اپنائے ہوئے ہیں اس میں مذکورہ چاروں اجزاء نہیں۔ امتِ مسلمہ آج جن گھمبیر مسائل سے دوچار ہے' وہ اصل میں مسائل نہیں' نتائج ہیں۔ مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہمارا اختیار کردہ اسلام اس دین سے میچ ہی نہیں کرتا جو رسول اللہ ﷺ امت کے حوالے کر گئے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کوئی اسلام قبول نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے اسلام سے میچ نہ کرے۔ بالفاظِ دیگر جس دینِ اسلام کو بزعمِ خویش اسلام سمجھ کر آج ہم اختیار کئے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ناقابلِ قبول اور بے دینی کی ایک شکل ہے۔ حل اس کا وہی ہے جو ایک وقت پر بھٹکی بسری انسانیت کے جملہ مسائل کو حل کرنے کے لئے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں کیا...... نظامِ خلافت کو اس دھرتی پر پھر رواں دواں کیا جائے۔

نظامِ خلافت کو پھر اس دھرتی کا مقدر بنانے کیلئے انہی راہوں سے گزرنا ہوگا جن راہوں سے نبیؐ کائنات ﷺ اور ان کے ساتھیؓ گزرے۔ ایک لیڈر کی قیادت میں تحریک برپا کرنا ہوگی۔ غیر اللہ کے قوانین پر مبنی نظام ہائے جمہوریت' اشتراکیت' آمریت وغیرہ کو اللہ و رسول ﷺ کے عطا کردہ قوانین پر مبنی نظامِ خلافت میں بدلنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانا ہوگی۔ یہی راستہ ہے نصرتِ ایزدی کمانے کا۔ نصرتِ ایزدی شامل ہوگی تو پھر ہی نویدِ فتح و کامیابی۔

بے خبر تو جوہرِ آئینہ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے